❁❁❁ تقریر ❁❁❁

تقریر بابت قرآن کریم
وقت5-7منٹ

شِفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُور

(تقریر نمبر3)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

یَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ(یونس:58)

کہ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے ایک نصیحت آچکی ہے اور وہ سینوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے۔

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نَیِّرِ بیضا نکلا
زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں
جن کا اس نور کے ہوتے بھی دلِ اَعمیٰ نکلا

(درثمین)

معزز سامعین! ہم ”فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ“ کی دو تقاریر میں بیان کر آئے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں چار مواقع پر شِفَاءٌ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ جن میں سے ایک موقع پر جسمانی اور تین مواقع پر روحانی بیماریوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ جسمانی بیماریوں کے لئے علاج اور اُن سے شفا کا ذکر فِيهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ کی دو تقاریر میں کر آئے ہیں۔ آج اِسی تسلسل میں ”شِفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُور“ پر گفتگو کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِن الفاظ کا استعمال سورۃ یونس آیت 58 میں کیا ہے جس کی تلاوت مَیں تقریر کے آغاز پر کر آیا ہوں جس کا ترجمہ تفسیر صغیر سے پیش ہے۔

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے یقیناً ایک ایسی کتاب آگئی ہے جو سراسر نصیحت ہے اور وہ ہر بیماری کے لئے جو سینوں میں پائی جاتی ہو، شفا دینے والی ہے اور ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

سامعین! اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ”نصیحت“ قرار دے کر قرآن کو مؤمنوں کے لئے روحانی طور پر ”شِفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُور“ قرار دیا ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ قرآن سینوں کی بیماریوں کے لئے شفا ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت 83 میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو مؤمنوں کے لئے ”رحمت“ قرار دے کر قرآنی تعلیمات کو ”شِفَاءٌ“ قرار دیا ہے جبکہ تیسرے موقع پر سورۃ حٰم السجدہ آیت 45 میں قرآن کریم کو ”ہدایت“ کے ساتھ ”شِفَاءٌ“ قرار دیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اِس کے تحت فُٹ نوٹ میں تحریر فرمایا ہے۔

”مکّہ والوں میں سے جو لوگ ایمان لے آئیں گے اُن کو اس سے ہدایت اور شفا ملے گی اور دوسرے لوگ اِن سے سیکھ لیں گے۔“

سامعین! جہاں تک شہد اور قرآن کے لیے اللہ تعالیٰ نے ”شِفَاءٌ“ کا لفظ رکھا اور جس کی بناء پر تقاریر کا یہ موضوع چُنا گیا ہے۔ اِس کی تصدیق اور تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شہد میں ہر بیماری کی شفاء ہے اور قرآن سینوں کی بیماریوں کے لیے شفاء ہے۔

(ابن ماجہ حدیث نمبر:3452)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد اور قرآنِ کریم کی عظیم برکتوں کو بیان فرمایا ہے، یعنی شہد اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ایک ایسی نعمت ہے جس میں جسمانی بیماریوں کے لیے شفاء کے فوائد رکھے گئے ہیں، جبکہ قرآنِ کریم دلوں، روحوں اور باطنی بیماریوں کے لیے شفاء کا ذریعہ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام انسان کی جسمانی اور روحانی دونوں طرح کی صحت کا خیال رکھتا ہے، شہد جسم کو طاقت اور غذائیت فراہم کرتا ہے جبکہ قرآنِ کریم انسان کے دل سے غم، وسوسے، بے چینی اور گمراہی کو دُور کر کے سکون اور ہدایت عطا کرتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص بیماری کی حالت میں مناسب علاج کے ساتھ شہد استعمال کرے اور ساتھ ہی قرآنِ کریم کی تلاوت، اس پر تدبّر اور ذکرِ الٰہی کا اہتمام کرے تو وہ جسمانی اور روحانی دونوں طرح کے فوائد حاصل کر سکتا ہے، یہ حدیث ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور قرآنِ کریم سے اپنا تعلق مضبوط رکھنا چاہیے کیونکہ یہی جسم کی صحت، دل کے سکون اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔

یہاں "شفاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُور" (قرآن کریم) سے مراد دلوں اور باطن کی روحانی بیماریاں ہیں، جن میں کفر و نفاق، حسد و کینہ، اور شک و بے چینی شامل ہیں۔ جہاں تک **کفر وشرک** جیسی بڑی اَور بُری بیماری کا تعلق ہے۔ اِس بارہ میں ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے امسال 2026ء کے برطانیہ کے جلسہ سالانہ کے آخری روز شرک اور اُس سے پیدا ہونے والی بُرائیوں نیز اِن سے بچنے کی تدابیر پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ آپ فرماتے ہیں۔

"پہلی شرطِ بیعت میں شرک سے مجتنب رہنے کا ذکر ہے۔ اس حوالے سے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ انسانی پیدائش کی اصل غرض اور مقصد یہی ہے کہ وہ خدا کے لیے ہو جائے... گناہ اگرچہ بہت ہیں اور ان کے بہت سے شعبے اور شاخیں ہیں... لیکن عظیم الشان گناہ... شرک ہے۔ جوں جوں بدقسمت انسان اس (شرک) میں مبتلا ہوتا ہے اسی قدر اپنے اصل مدعا سے دُور ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ گرتے گرتے ایک سِفلی جگہ پر جا گرتا ہے جو مصائب اور مشکلات اور ہر قسم کی مصیبتوں اور دکھوں کا گھر ہے جسے جہنم بھی کہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب بیعت لیا کرتے تو شرک سے بکلّی بچنے پر بیعت لیتے۔ پس ہمیں ہمیشہ اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ ہم کبھی کوئی ایسی حرکت نہ کریں جو ہمیں ہمارے عہدِ بیعت سے ہٹانے والی ہو۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ہر ایک قسم کے شرک سے پرہیز ہو، نہ سورج نہ چاند، نہ آسمان کے ستارے، نہ ہوا، نہ آگ، نہ پانی، نہ کوئی اور زمین کی چیز معبود ٹھہرائی جائے اور نہ دنیا کے اسباب کو ایسی عزت دی جائے اور ان پر ایسا بھروسہ کیا جائے کہ گویا وہ خدا کے شریک ہیں اور نہ اپنی ہمت اور کوشش کو کچھ سمجھا جائے کہ یہ بھی شرک کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔

شرک کی نفی میں سورۃ الاخلاص کی نسبت حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ یہ چھوٹی سی سورت ہے اور اس نے بڑی لطافت سے ہر قسم کے شرک سے انسان کو دُور کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوبصورتی کو منزّہ کر دیا ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم کی وفات ہوئی تو سورج کو گرہن لگا، لوگوں نے کہا حضرت ابراہیم کی وفات کی وجہ سے گرہن لگا ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کے نشانات میں سے ہیں، یہ دونوں کسی کی زندگی یا موت کی وجہ سے نہیں گہناتے۔

ایک جگہ آپؑ نے فرمایا کہ

شرک تین قسم کے ہیں اوّل یہ کہ عام طور پر بت پرستی ہو۔ دوسری قسم یہ ہے کہ اسباب پر حد سے زیادہ بھروسہ کیا جائے۔ تیسری قسم شرک کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے وجود کے سامنے اپنے وجود کو بھی کوئی شے سمجھنا۔

مادی ترقی کے زمانے میں شرک فی الاسباب بہت بڑھ گیا ہے۔

فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یہ توحید کا کلمہ ہے اس کے معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عبادت اور سچی فرمانبرداری کے لائق نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن ہدایات کو خدا سے پاکر مخلوق کو پہنچانے والے ہیں اور جو کچھ اُدھر سے آتا ہے وہ اسی راہ سے آتا ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ ہمیں ہمیشہ یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ہر کام کرتے ہوئے، ہر لفظ بولتے ہوئے ہمیں ہمیشہ یہ خیال رہے کہ یہ لفظ ہمیں خدا سے دُور لے جانے والا اور شیطان کے قریب کرنے والا نہ ہو۔"

(الفضل انٹرنیشنل یکم اگست 2026ء)

سامعین! اللہ کی وحدانیت کا انکار اور اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ایک ایسا گناہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں کوئی معافی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام شرک کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

" ہر ایک گناہ بخشنے کے قابل ہے مگر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کو معبود و کارساز جاننا ایک ناقابل عفو گناہ ہے اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ (لقمان:114) لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ (النساء:49) یہاں شرک سے یہی مراد نہیں کہ پتھروں وغیرہ کی پرستش کی جاوے بلکہ یہ ایک شرک ہے کہ اسباب کی پرستش کی جاوے اور معبودات سے دنیا پر زور دیا جاوے اسی کا نام ہی شرک ہے اور معاصی کی مثال تو حُقّہ کی سی ہے کہ اُس کے چھوڑ دینے سے کوئی دقّت و مشکل کی بات نظر نہیں آتی مگر شرک کی مثال افیم کی ہے کہ وہ عادت ہو جاتی ہے جس کا چھوڑنا محال ہے۔ بعض کا یہ خیال بھی ہوگا کہ انقطاع الی اللہ کر کے تباہ ہو جاویں؟ مگر یہ سراسر شیطانی وسوسہ ہے۔ اللہ کی راہ میں برباد ہونا آباد ہونا ہے۔ اس کی راہ میں مارا جانا زندہ ہونا ہے۔ کیا دنیا میں ایسی کم مثالیں اور نظیریں ہیں کہ جو لوگ اُس کی راہ میں قتل کئے گئے ہلاک کئے گئے ان کے زندہ جاوید ہونے کا ثبوت ذرّہ ذرّہ زمین میں ملتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہی دیکھ لو کہ سب سے زیادہ اللہ کی راہ میں برباد کیا اور سب سے زیادہ دیا گیا۔ چنانچہ تاریخ اسلام میں پہلا خلیفہ حضرت ابوبکر ہی ہوا۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 174)

"شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوۡرِ" کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ قرآن کریم دل کو سکون دیتا ہے؟۔ سینوں کی بیماریوں کے لیے شفا کے پیچھے کیا راز ہے؟ آپ کی زندگی کے کسی نہ کسی لمحے میں شاید کسی تنگی، شدید بے چینی، یا گہرے دُکھ کے وقت جب قرآنِ کریم کھولا جاتا ہے یا کوئی آیت سنی جاتی ہے۔ تو اکثر انسان کا موڈ بہتر ہونے لگتا ہے اور ایسے لگتا ہے جیسے کوئی بھاری بوجھ سینے سے ہٹ گیا ہو۔ ہم آئے روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ خطبہ یا خطاب کے دوران جب قرآن کی تفسیر بیان کرتے ہیں تو ہمارے ذہن اور دماغ کی گرہیں کھلنے لگتی ہیں، دماغ جن الجھنوں اور مشکلات کا شکار ہوتا ہے اُن سے سکینت اور اطمینان ملنے لگتا ہے حالانکہ مسئلہ ہمارا اب بھی اپنی جگہ موجود ہوتا ہے۔ یہ کیسے ہوا یہ محض قرآن کی وہ تاثیر ہے جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے شفاء کے نام سے پکارا ہے اور فرمایا۔ اِس میں کچھ ایسا ہے جو بالکل مختلف اور منفرد ہے؟ "يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡكُمۡ مَّوۡعِظَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوۡرِ" (یونس:58) کہ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے ایک نصیحت آچکی ہے اور وہ سینوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے۔ یعنی بیماری کا خاتمہ ہے، خرابی کی اصلاح ہے اور صحت کی بحالی ہے۔ ایک اَور آیت میں ارشاد ہوتا ہے: "وَنُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ" (بنی اسرائیل:83) کہ ہم قرآن میں سے ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہیں۔

پھر تیسری جگہ فرمایا: "قُلۡ هُوَ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا هُدًى وَّشِفَآءٌ" (حٰم السجدہ:45) کہ آپ کہہ دیں کہ یہ (قرآن) ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے۔

سامعین! شفا کے لفظ میں کسی بیماری کا ہونا ضروری ہے۔ اگر بیماری ہوگی تو شفا کا عمل ہوگا۔ تو وہ کون سی بیماری ہے جو سینوں میں ہوتی ہے؟۔ قرآن کی رو سے "صدر" یعنی سینہ دل کا مقام ہے اور دل قرآن میں احساس، ادراک، اور ارادے کا مرکز ہے اور جو بیماریاں "سینوں" میں ہوتی ہیں، وہ جسمانی بیماریاں نہیں، بلکہ وہ روحانی اور نفسیاتی بیماریاں ہیں: جیسے فرمایا "فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ" یعنی ان کے دلوں میں بیماری ہے جو شک وشبہ، بے چینی، مسلسل ذہنی تناؤ، دکھ اور غم، گہرا نفسیاتی درد، خوف، مستقبل کا ڈر، کینہ اور حسد، خواہشات کی غلامی، نفسانی رغبتوں کے قابو میں ہونا اور غفلت جس سے دل جو اللہ کو محسوس نہ کر سکے۔ یہ سب بیماریاں ہیں جن کا تعلق سینہ سے ہے اور قرآن ان سب کی شفا ہے۔ ہم نے بالعموم دیکھا ہے کہ ٹی وی کے مختلف چینلز پر کسی اچھے قاری کی تلاوت کے ساتھ سمندروں، دریاؤں، ندی نالوں، پہاڑوں، ٹیلوں، صحراؤں، میدانوں جنگلات، درختوں کے جھنڈ، رتیلے علاقوں اور سبزہ زاروں نیز جانوروں، چرند پرند اور حشرات کی فوٹوز نمایاں کرتے جاتے ہیں۔ یہ تلاوت فزیو تھراپی کا کام دیتی ہے جس سے ذہنی و قلبی سکون ملتا ہے۔ ہم اسے "تجوید" کہتے ہیں۔ ایک تحقیق کے مطابق قرآن دماغی لہروں کو بدل دیتا ہے۔ ملائیشیا کی انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کے محققین نے EEG (دماغی لہروں کے گراف) کے ذریعے قرآن سننے کے دوران دماغی سرگرمیوں کو ناپا ہے۔ قرآن سننے سے دماغ میں الفا لہریں (Alpha Waves) بڑھ جاتی ہیں۔ جو گہرے سکون، اضطراب اور بے چینی میں کمی اور اندرونی امن کے اِحساس کو بڑھاتی ہیں۔

اِسی طرح سعودی سٹڈی اور تحقیق کے مطابق قرآن کارٹیسول (Cortisol) کو کم کرتا ہے۔ کارٹیسول تناؤ اور اسٹریس کا ہارمون ہے۔ جب آپ پریشان، خوفزدہ یا ذہنی دباؤ کا شکار ہوتے ہیں، تو آپ کے خون میں کارٹیسول کی سطح بڑھ جاتی ہے اور کارٹیسول کا مسلسل ہائی رہنا بلڈ پریشر کے بڑھنے، قوّتِ مدافعت کی کمزوری، ڈپریشن اور دل کے امراض کا سبب بنتا ہے۔ کنگ سعود یونیورسٹی کے محققین نے مریضوں کے تھوک (Saliva) میں کارٹیسول کی سطح کو ناپا۔ سورہ رحمٰن سننے سے پہلے اور بعد میں

کارٹیسول کی سطح میں نمایاں کمی دیکھی گئی۔ صرف 10 منٹ قرآن سننے سے تناؤ کا ہارمون جسمانی طور پر کم ہو گیا۔ ہم بالعموم دیکھتے ہیں کہ بعض الفاظ تھراپی کا کام کرتے ہیں جن سے ذہنی سکون ملتا ہے۔ اب بعض آیات کو لیں جن کو پڑھنے یا سننے سے دل کو فوری سکون ملتا ہے۔ جیسے "اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ" (الرعد:29) کہ سنو! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

پھر جیسے فرمایا: "لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا" (التوبة:41) کہ تو غم نہ کر، یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ "اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا" یعنی یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ یہ الفاظ دُکھ اور اضطراب کے لمحوں میں سینے کے بوجھ کو ہلکا کرتے ہیں۔ کیونکہ غم کی بنیاد تنہائی، بے بسی، اور مستقبل کے خوف پر ہوتی ہے۔ کیونکہ ایسا پڑھنے سے ہم اپنے آپ کو امن، اللہ کی حفاظت میں محفوظ سمجھتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کے یہ الفاظ بھی "وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ" (البقرة:187) کہ جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں، تو میں یقیناً قریب ہوں۔ اطمینان اور سکینت کا باعث ہوتے ہیں۔ "وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ" (ق:17) کہ ہم اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔ کے الفاظ جہاں خوف پیدا کرتے ہیں وہاں اللہ کی قربت کا اِحساس سکون مہیا کرتا ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"دل میں ایک سختی ہوتی ہے جسے اللہ کے ذکر کے سوا کوئی چیز نرم نہیں کر سکتی اور دل میں ایک وحشت (اکیلاپن) ہوتی ہے جسے اللہ کی اُنسیّت کے سوا کوئی چیز دور نہیں کر سکتی اور دل میں ایک حزن اور ایک غم ہوتا ہے جسے اللہ کی معرفت کی خوشی کے سوا کوئی چیز ختم نہیں کر سکتی۔"

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض انسانوں پر قرآن اثر کیوں نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن ایمان والوں کے لیے شفا ہے۔ جیسے فرمایا۔ "وَنُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔ وَلَا یَزِیۡدُ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا خَسَارًا" (بنی اسرائیل:83) کہ ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور وہ ظالموں کے لیے نقصان کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتا۔ بعض مؤمن بھی نہیں اور اُن کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں جیسے فرمایا۔ تو کیا وہ قرآن پر غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟۔ (محمد:26) یعنی کچھ دلوں کے متعلق کہا کہ "اَمۡ عَلٰی قُلُوۡبٍ اَقۡفَالُهَا عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا یَفۡقَهُوۡنَ" (التوبہ:87) کہ کچھ دلوں پر تالے ہوتے ہیں۔ تکبّر، خواہشات، گناہوں اور غفلت کے تالے جن کے دلوں میں قرآن داخل نہیں ہوتا۔ شفا کی طلب اور ضرورت کا اِحساس تو اُسے ہوتا ہے جو عاجزی سے اپنا دل کھول دیتے ہیں اور جب دل کھلتا ہے، تو قرآن اندر اُتر جاتا ہے۔

قرآن کوئی عام کتاب نہیں ہے۔ قرآن تو پہاڑوں کے سامنے پڑھا جائے تو وہ نرم پڑ جاتے ہیں۔ فرماتا ہے کہ "لَوۡ اَنۡزَلۡنَا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیۡتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنۡ خَشۡیَةِ اللّٰہِ" (الحشر:22) کہ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اسے اللہ کے خوف سے جھکا ہوا اور پاش پاش ہوتا ہوا دیکھتے۔

اگر ایک پہاڑ اپنی تمام تر مضبوطی اور چٹان ہونے کے باوجود اللہ کے کلام کے آگے جھک جاتے اور پھٹ سکتے ہے، تو انسان کا دل کیوں نرم نہ ہو۔ نرم کرنے اور رہنے کے لئے بھی ایک دعا ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلائی ہے کہ

اَللّٰھُمَّ اجۡعَلِ الۡقُرۡاٰنَ رَبِیۡعَ قَلۡبِیۡ وَنُوۡرَ صَدۡرِیۡ وَجَلَاءَ حُزۡنِیۡ وَذَهَابَ هَمِّیۡ

(مسند احمد حدیث نمبر 3712/4318)

کہ اے اللہ! قرآن کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا نور، میرے غموں کا مداوا اور میری پریشانیوں کو دُور کرنے کا ذریعہ بنا دے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ذکرِ الٰہی سے دل اطمینان پکڑتے ہیں، فرماتے ہیں۔

"قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ایسی شے ہے جو قلوب کو اطمینان عطا کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ (الرعد:49) پس جہاں تک ممکن ہو ذکر الٰہی کرتا رہے اس سے اطمینان حاصل ہو گا۔ ہاں اس کے واسطے صبر اور محنت درکار ہے۔ اگر گھبرا جاتا اور تھک جاتا ہے تو پھر یہ اطمینان نصیب نہیں ہو سکتا۔ دیکھو! ایک کسان کس طرح پر محنت کرتا ہے اور پھر کسی صبر اور حوصلہ کے ساتھ باہر اپنا غلہ بکھیر آتا ہے۔ بظاہر دیکھنے والے یہی کہتے ہیں کہ اُس نے دانے ضائع کر دیئے لیکن ایک وقت آجاتا ہے کہ وہ ان بکھیرے ہوئے دانوں سے ایک خرمن جمع کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ پر حسن ظن رکھتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ اسی طرح پر مومن

جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک تعلق پیدا کر کے استقامت اور صبر کا نمونہ دکھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس پر مہربانی کرتا ہے اور اسے وہ ذوق شوق اور معرفت عطا کرتا ہے جس کا وہ طالب ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 92-93)

سامعین! شِفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ کے مضمون کو تقریر میں بیان کرتے اگر سورۃ زمر آیت 37 اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کا ذکر نہ ہو تو مضمون ادھورا رہ جائے گا۔ جس کے معنی ہیں۔ کیا اللہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والدِ محترم کی وفات ہوئی تو آپ علیہ السلام بہت گھبرائے، پریشان ہوئے کہ ذریعہ معاش ختم ہو گیا۔ اب کیا بنے گا؟ تب اللہ تبارک و تعالیٰ نے الہاماً آپ کو تسلّی دی کہ کیا اللہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں؟ آپ کو تسلّی ہوئی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُس اُس طرف سے خیر و برکت اور رزق دیا کہ جہاں سے آپ گمان بھی نہ کر سکتے تھے۔ اور یہ سلسلہ نا صرف آپ کی اولادوں میں جاری رہا بلکہ ہم نے آپ کے پانچوں خلفاء کے ادوار میں بھی مشاہدہ کیا اور پانچویں تاریخ ساز دور میں مشاہدہ بھی کر رہے ہیں۔ اس نشان کی تکمیل نا صرف خلفاء تک محدود رہی بلکہ ہم افرادِ جماعت پوری شان کے ساتھ مشاہدہ کرتے رہے، کر رہے ہیں اور تا قیامت پوری آن و بان کے ساتھ دیکھتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے جلووں سے مستفیض ہوتے رہیں گے۔ اِن شاء اللہ العزیز۔

سامعین! ہم اوپر سُن آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں جہاں قرآن کے لئے "شِفَاءٌ" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں وہاں قرآن کے لئے نصیحت، رحمت اور ہدایت کے الفاظ بھی استعمال فرمائے ہیں۔ "نصیحت" کا لفظ نُصْح سے نکلا ہے جس کے معنی خالص ہونے کے ہیں یعنی ایسے بات کرنا یا مشورہ دینا جس میں کوئی گھوٹ یا بُرا مقصد نہ ہو۔ کسی کی بہتری اور بھلائی کے لئے ہمدردانہ بات کرنا۔

"رحمت" کی لغوی اور بنیادی معانی مہربانی، شفقت اور بخشش کے ہیں۔ کسی پر ترس کھانا اور دل میں نرمی رکھنا اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف رحمت منسوب ہو تو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر فضل اور رحمتوں کی نوازش اور بارش متصوّر ہو گی۔

تیسرا لفظ جو "شِفَاءٌ" کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے استعمال فرمایا ہے وہ "ہدایت" ہے جس کے معانی رہنمائی، سیدھا راستہ دکھانا کے ہیں۔ لغوی معنوں میں رہبری، رہنمائی اور اصطلاحی معنوں میں اوّل کسی کو بھلائی کی طرف نرمی اور لُطف سے بُلانا اور دوم۔ انسان کو اسلام، دینِ حق اور نیکی پر چلنے کی توفیق ملنا اور سوم۔ یہ کہ کسی کو کوئی کام کرنے یا نہ کرنے کا حکم صادر کرنا کے ہیں۔ اِن تینوں الفاظ کے لغوی اور اصطلاحی معانی اِس لئے آپ حاضرین کے سامنے بیان کر دئے ہیں تا شِفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ میں بیان محاسن و مطالب کُھل کر سامنے آ جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

"یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ۬ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

قرآن میں دلوں کو روشن کرنے کے لئے ایک روحانی خاصیت بھی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے: شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ یعنی قرآن اپنی خاصیت سے تمام بیماریوں کو دُور کرتا ہے اس لئے اس کو منقولی کتاب نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کے معقول دلائل اپنے ساتھ رکھتا ہے اور ایک چمکتا ہوا نور اس میں پایا جاتا ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی از روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 433)

پھر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"یہ قرآن ظلمت سے نور کی طرف نکالتا ہے اور اس میں تمام بیماریوں کی شفاء ہے اور طرح طرح کی برکتیں یعنی معارف اور انسانوں کو فائدہ پہنچانے والے امور اس میں بھرے ہوئے ہیں۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 4 صفحہ 355)

سامعین! اِس کی مزید تفصیل اور مطالب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے خمسہ کے حوالوں سے شِفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ کے عنوان سے تقریر نمبر 4 میں بیان ہو رہے ہیں۔ ان شاء اللہ

(کمپوزڈ: زاہد محمود)

✿✿✿✿